تدریس کو بہتر بنانے کے طریقے

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہم کی چند قابل تقلید ہدایات

ضبط وترتیب: مولانا عزیز الرحمٰن العظیمی

ایک بہترین، جامع اور ہمہ جہت نصاب تعلیم یقیناً بہتر نتائج کا حامل ہوتا ہے، تاہم صرف نصاب ہی کو صالح بنانے سے کبھی مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے، بلکہ اس کے لیے اور بھی متعدد امور کی رعایت رکھنا ضروری ہے، مثال کے طور پر طریق تدریس ہی کو لیجیے کہ ایک معلم (استاذ) کو جب تک اپنے مافی الضمیر کے اظہار اور سامنے بیٹھے اپنے شاگرد کو کوئی بات سمجھانے کی پوری قدرت حاصل نہ ہو یا اگر وہ اپنے تلامذہ کی نفسیات، استعداد اور ان کے مستویٰ (سطح ذہنی) کی رعایت نہیں رکھتا ہو تو وہ کسی بھی فن کی کوئی بھی کتاب پڑھائے اس پڑھنے پڑھانے کے خاطر خواہ نتائج کبھی حاصل نہیں ہوں گے، بلکہ یہ تو ایک قدرتی اور عام فہم بات ہے کہ جب تک کسی آدمی کے قول یا فعل میں تاثیر (اثر انداز ہونے) کی قوت نہ ہو اس سے مطلوبہ تأثر ابھرتا ہے اور نہ مقررہ اہداف حاصل ہوتے ہیں۔ اس بات سے صالح اور غیر صالح طریق تدریس کے فرق کو سمجھا جا سکتا ہے اور اسی سے تعلیم وتعلم کے بہترین نتائج کی خاطر باقاعدہ منصوبہ بندی اور تدریس کے مفید ومؤثر طرق اختیار کرنے کی ضرورت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم کے ہاں ہمیشہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم دونوں موضوع فکر ونظر اور محتاج بحث وتمحیص رہے ہیں اور کہیں بھی ان دونوں کو بہتر بنا کر ہی ترقی کی منازل طے کی گئیں۔

ہمارے ہاں دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں اصلاحات اور تبدیلیوں کی ضرورت پر زور دینے اور اس کے لیے آواز بلند کرنے والے کچھ تو وہ حلقے ہیں جو دینی تعلیم کے تشخص اور مدارس دینیہ کی ہیئت کذائیہ ہی کو بدلنے کے خواہاں ہیں اور جو اپنے بیرونی آقاؤں سے ڈکٹیشن لے کر یا خود اپنی مادہ پرستانہ ذہنیت کے باعث دینی نصاب ومزاج تعلیم کو مادیت اور لادینیت کے زہر سے آلودہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس طبقے کی خواہش اور مطالبات تو چوں کہ بدنیتی اور مداہنت پر مبنی ہیں، اس لیے اہل مدارس کے نزدیک اس کی پرِکاہ جتنی اہمیت بھی نہیں ہے (اور ہونی بھی نہیں چاہیے)۔ یہی وجہ ہے کہ دینی قوتیں ان لوگوں کی کوششوں اور سازشوں کی روز اول ہی سے

بھرپور مزاحمت اور بساط بھر مقابلہ کر رہی ہیں۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو دینی تعلیم کے ساتھ مخلص، دینی مدارس کی خدمات جلیلہ کا معترف اور ان مدارس کے مشنری کام اور اس کے موجودہ طریق کار سے متفق ہے تاہم بعض نیک مقاصد اور خالص دینی یا کم از کم جائز اغراض کے لیے نصاب مدارس میں صرف جزوی ترامیم و تبدیلی کی بات کرتے ہیں۔ یہ چوں کہ ایک طاقت ور اور صالح عنصر ہے، لہٰذا مدارس کے ارباب حل وعقد نے ہمیشہ ان کی مثبت سوچ اور تعمیری تنقید کو وقعت دی ہے اور اسے استحسان کی نظر سے دیکھا ہے اور خذ ما صفا ودع ما کدر کے اصول کے مطابق ان کی آراء پر عمل اور نصاب میں وقتاً فوقتاً ترمیم و اضافہ کرتے رہے ہیں۔ وفاق المدارس کے نصاب میں کی گئی حالیہ تبدیلیاں اس کی ایک واضح مثال اور تازہ نمونہ ہیں۔ ان تبدیلیوں کا بہ غور جائزہ لینے والے ضرور اعتراف کریں گے کہ اب یہ ایک جامع، مثالی اور مستحکم نصاب بن گیا ہے جس میں بہ ظاہر کوئی سقم باقی ہے اور نہ فی الحال مزید کسی ترمیم کی گنجائش ہے۔

تاہم اکابرین وفاق خصوصاً صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث مولانا سلیم خان صاحب کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ محض نصاب کا استحکام اور استناد ہی شان دار نتائج کا کبھی بھی ضامن نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نظام اور طریقہ تعلیم کی طرف بھی بھرپور توجہ دینے اور اس کی باقاعدہ اصلاح کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر ترقی اور تقدم کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

گزشتہ دنوں جب جامعہ فاروقیہ کراچی میں اسباق کا آغاز ہوا تو حضرت صدر صاحب مدظلہم نے ابتدائیہ سے لے کر خاصہ تک کے درجات کو پڑھانے والے مدرسین کا ایک اجلاس بلایا جس میں آپ نے اپنے طویل تجربات، فن تدریس کے اتار چڑھاؤ سے گہری واقفیت، کتب درس نظامی کے وسیع مطالعے اور کامل ممارست کی روشنی میں پرانے اور نئے مدرسین کے سامنے چند باتیں فرمائیں جو تعلیم و تعلم کے ایک باقاعدہ نظام اور منضبط طریق کے اشاریے اور اجمالی خاکے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم نے افادۂ عام کے لیے ذیل میں حضرت والا کے ان فرمودات کو جا بہ جا اپنے وضاحتی اور تبصراتی جملوں کے ساتھ یوں مرتب کیا ہے:۔

(1) ہر سبق کے لیے متعلقہ استاذ پہلے سے مضبوط مطالعہ کرے اور ہر کتاب کے روزمرہ سبق کے لیے ابتدا ہی سے اندازہ لگا کر ایک مناسب مقدار مقرر کی جائے پھر اس ہر روز کے سبق کو درس گاہ میں جانے سے پہلے استاذ خود پوری طرح سمجھ کر اسے اپنے دماغ میں محفوظ کرے اور پھر ایک آدھ دفعہ طلبہ کو اپنے سامنے بیٹھا متصور کر کے اسے بہ آواز دہرائے اس عمل کے بعد استاذ کی ایک تو اپنے سبق پر گرفت انتہائی مضبوط ہوجاتی ہے اور وہ بلا جھجک اپنے تلامذہ کو سمجھانے کی قدرت حاصل کرلیتا ہے اور ساتھ ہی اپنے سبق کی صحت و سقم کا بھی اسے کافی اندازہ ہوجاتا ہے۔ جس کے بعد وہ اسے مزید مہذب اور مفید بنا سکتا ہے۔

(2) استاذ اپنے سبق کی تقطیع کرے یعنی اسے قطعات اور اجزا میں تقسیم کرے مثلاً یہ کہ آج کے سبق میں چار باتیں بتائی جارہی ہیں پھر پہلی دوسری تیسری اور چوتھی بات بالترتیب سمجھائے۔

(3) تقریر کو عبارت پر منطبق کیا جائے یعنی استاذ جو باتیں طلبہ کو اوپر اوپر بتاتا ہے نیچے کتاب کی عبارت پر بھی وہ اسے منطبق کرے اور طلبہ کو بتائے کہ صاحب کتاب نے یہاں سے لے کر یہاں تک یہ بات یوں بتائی ہے یہاں سے لے یہاں تک یہ بتایا ہے اس طریقے کی ایک تو اس واسطے ضرورت ہے کہ بعض لوگ جو تدریس اور تفہیم کی فطری صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں خواہ مخواہ کی باتیں رٹ کر طلبہ کو سناتے ہیں جن کی کتاب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی اور یا پھر وہ حل عبارت کے لیے ناکافی ہوتی ہیں اس سے طلبہ کی حق تلفی ہوتی ہے اور ان کا وقت ضائع ہوتا ہے لہٰذا مذکورہ عمل اس وبا کی روک تھام میں معاون ثابت ہوگا اور پھر اگر خارجی تقریر کی داخلی (اندرون) کتاب سے مطابقت بھی ہو تو بھی اس کی تطبیق کے بغیر طلبہ میں فہم کتاب اور حل عبارت کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی جو مقصود اولی ہے۔

(4) تمام فنون کی ابتدائی کتب (جو تقریباً درجہ رابعہ اور اس سے نچلے درجات میں پڑھائی جاتی ہیں) میں بالخصوص اور دیگر کتب میں بالعموم کتاب کی عبارت سے باہر جانے کی بالکل کوشش نہ کی جائے بلکہ صرف حل عبارت پر توجہ دی جائے بہ طور خاص نحو میر، میزان (یا درجہ اولیٰ میں نحو وصرف کی جو بھی کتاب پڑھائی جائے) ہدایۃ النحو اور علم الصیغہ قدوری، کافیہ اور اصول الشاشی وغیرہ میں لمبے چوڑے خارجی مباحث سے طلبہ کے ذہنوں کو مشوش کرنے سے لازمی طور پر اجتناب کیا جائے۔

(5) درج بالا ابتدائی کتابوں میں مذکورہ قواعد اور مسائل سہل اور بے غبار انداز میں طلبہ کو پڑھائے جائیں اور پھر عام فہم داخلی وخارجی امثلہ (خارجی مثالوں اور خارجی مباحث میں فرق ملحوظ رکھا جائے) سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

(6) ترجمہ اور تفسیر قرآن پڑھانے والے اساتذہ، طلبہ کو لفظی ترجمہ سمجھانے کا اہتمام کریں اور ساتھ ہی مقصودِ قرآن اور حق تعالیٰ شانہ کی مراد کو بیان کرنے کا التزام ہو یعنی یہ بتایا جائے کہ قرآن کس جگہ کیا کہنا چاہ رہا ہے اور اس کا مقصود ومدعیٰ کیا ہے۔

(7) طلبہ سے عبارت پڑھوائیں اور ان کی عبارت صحیح کرانے کی طرف توجہ دیں کیوں کہ عبارت سمجھے بغیر تقریریں یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(8) قدوری میں طلبہ کو صرف صورۃ مسئلہ، اس کا حکم اور مختصر دلیل بتایا کریں اور کنز میں ذرا آگے بڑھ کر اس کی علت بیان کریں اور تعارض ادلہ، تطبیق اقوال، اسباب ترجیح اور اس طرح کی دیگر تفصیل طلب گتھیاں سلجھانے سے

انہیں بالکل پریشان نہ کریں کہ ابھی وہ اس کی فہم وضبط کی حد تک نہیں پہنچے ہیں۔

(9) استاذ اپنے مقررہ وقت پر درس گاہ جایا کرے اور مقررہ وقت پر ہی درس گاہ سے اٹھے۔ وقت کی پابندی نہ کرنا دیانت داری کے خلاف اور موجب گناہ بھی ہے، اس سے استاذ کا وقار بھی متاثر ہوتا ہے، طلبہ کے ذہنی انتشار تکاسل اور بے توجہی کا بھی باعث ہے اور عموماً وقت کم رہ جانے کے سبب سبق بھی شایانِ شان نہیں ہو پاتا۔ لہٰذا پورا پیریڈ درس گاہ میں گزارا جائے اور فاضل ٹائم میں طلبہ سے آموختہ سنا جائے یا انہیں کوئی مفید نصیحت کی جائے۔

درس وتدریس کا ذوق رکھنے والے اس کی فنی باریکیوں کے رمز آشنا اور افادے واستفادے کے طریق وتقاضوں سے واقفیت رکھنے والے حضرات حضرت صدر وفاق مدظلہم کے بتائے ہوئے یہ چند نکات وارشادات ملاحظہ فرما کر بتا سکتے ہیں کہ ایک کہنہ مشق اور نباض فن مدرس نے کس حسین پیرائے میں فن تدریس کی موجودہ اور ممکنہ کوتاہیوں کا احاطہ فرما کر ایک مفید ومؤثر طریق اپنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس کی کس قدر عمدہ ترکیب وتخطیط کی طرف رہنمائی فرمائی ہے یقیناً نصاب بہتر بنائے جانے کے بعد اگر طریقہ تعلیم وتدریس کی طرف بھی شایانِ شان توجہ دی جائے اور کم از کم مذکورہ بالا ہدایات پر بالالتزام عمل کیا جائے تو دینی مدارس کی افادیت دوبالا ہو جائے گی، ان کی خدمات، واثرات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو جائے گا اور ان کے مطلوبہ اہداف کے حصول کا تناسب تیزی سے بڑھنا شروع ہو جائے گا اور اگر خدانخواستہ رسمی انداز پر اکتفا کیا گیا، بے سوچے سمجھے تقریریں رٹنے اور سنانے کی عادت برقرار رہی اور وہی ابتدائی طلبہ کو مبادیات سمجھانے سے قبل مطلولات میں الجھانے کی روش جاری رہی لاطائل تقریروں اور لا حاصل قیل وقال سے نو آموزوں کو مرعوب کیا جاتا رہا، ہوائی تقاریر کو طلبہ کے سروں کے اوپر سے گزارا جاتا رہا تو ذہین اور زود فہم طلبہ کے علاوہ طلبہ کا عمومی مجمع اور اکثریتی تعداد مطلوبہ معیار کے قریب بھی نہیں آسکے گی۔ نصاب میں لاکھ تبدیلیوں کے باوصف استعدادیں روز بہ روز گرتی چلی جائیں گی طلبہ کا معیار مسلسل انحطاط پذیر رہے گا۔ مدارس کی طرف نئی نسلوں کا رجحان کم سے کم ہوتا جائے گا اور اگر کم نہیں ہوگا تو کوئی خاص اضافہ بھی اس میں نہیں ہوگا، مدارس سے تعلیم پانے والے لوگوں میں صالح معاشرے تشکیل دینے اور قوم وملت کی تقدیر بدلنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی ان میں سلف صالحین کی طرح تاریخ کا دھارا موڑنے والے کردار جنم لے سکیں گے۔ مدارس دینیہ سے اگر یہ مقاصد حاصل نہیں ہوں گے تو پھر کس ادارے سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ اس حوالے سے مسلمانوں کی کوئی خدمت کر سکے گا۔ لہٰذا ہمارے ارباب مدارس اور خود مدرس طبقہ حضرت صدر وفاق کی ان ہدایات پر عمل کر کے مدارس دینیہ اور اسلامی تعلیم کی ترقی، اسلامی معاشرے کی تشکیل، اپنے ہم وطنوں کی دینی اصلاح اور قوم کی افکار، عادات اور اخلاقیات کی صالح تعمیر کے لیے پوری تندہی، سمجھ داری اور ذمہ داری سے اپنی خدمات پیش کریں اور طریق تعلیم وتدریس کو بہتر سے بہتر بنا کر موجودہ نصابِ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز بنائیں۔ ☆☆☆